OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

اُردو ادب میں تانیثیت کے ارتقائی مراحل کا تجزیہ

Analyzing Evolution of Feminism in Urdu Literature

Dr. Irfanullah Khattak
Associate Professor, Urdu Department, Government Post Graduate Collage Banu.
Email: ibm@gmail.com

Received on: 06-01-2025 Accepted on: 10-02-2025

Abstract

Feminism refers to women empowerment by removing gender inequality in our male dominant society. In Urdu literature feminism denotes women's emancipation from stereo typed roles assigned to them. It tries to widen women's role in our society by portraying women characters on a broader canvass. Feminism liberates women from those cultural barriers that treat them as a viable commodity. It appreciates women's pivotal role in shaping our society. Its ultimate aim is to establish equal rights for women in every walk of life.

Keywords: Feminism, Women Empowerment, Inequality, Urdu Literature, Equal Rights

لغوی مفہوم:

تانیثیت جس کے لیے انگریزی میں "Feminism" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، عربی لفظ تانیث کا اسم کیفیت ہے۔ جس کا لغوی معنی "مؤنث" ہے۔لُغّت میں "Feminine" کا مطلب "زنانہ، نسوانی یا نسائی" ہے اور "Feminism" کے معنی "مساواتِ نسواں، تحریک نسواں یا وہ نظریہ جس میں سماجی اور سیاسی لحاظ سے عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہونے چاہییں۔"

تانیثیت کی تعریف:

خواتین کی خانگی، معاشرتی اور معاشی زندگی کے بارے میں ادبی تحریک کو تانیثیت کہا جاتا ہے بالفاظ دیگر " تانیثیت سے مراد خواتین کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنا، اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا، بطور انسان اپنے حقوق منوانا تانیثیت یا فیمینیزم ہے۔"

بقول سیما صغیر:

"فیمینزم نسائی شعور کی بیداری کا اعلانیہ ہے، دور حاضر کا یہ وہ تانیثی شعور ہے جو عورت کو بحثیت انسان تہذیبی، سماجی اور اقتصادی طور پر مردوں ہی کی طرح آزادئ خیال اور ہمرہی کی وکالت کرتا ہے"۔(1)

شہناز نبی قلمطراز ہیں:

فیمینزم، تحریکات کے مجموعے کا نام ہے جس کا مقصد عورتوں کو مردوں کے برابر سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق دینا ہے۔ محکوم دور میں پدری سماج میں عورتوں کی محکومیت کے خلاف آوازیں اُٹھتی رہی ہیں ان تحریکات کے ذریعے عورتوں کے حقوق کی تعریف مقرر کرنے، ان کی

شناخت قائم کرنے اور تعلیم وروزگار میں برابر کے مواقع دینے کی حمایت ہوتی رہی ہے "(2)

تانیثیت عورتوں کی اس ذہنی بیداری کا نام ہے جس کی تفہیم نے اسے احساس دلایا کہ وہ ایک شے نہیں ہے جسے تحفے میں دیا جائے۔ قبیلوں یا خاندانوں کی لڑائی میں بطور تاوان پیش کیا جائے یا جائیداد کی طرح وراثت میں منتقل کیا جائے۔ بلکہ وہ ایک مکمل انسانی وجود ہے جو معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، نفسیاتی غرض ہر سطح پر کچھ حقوق کی مالک ہے جنھیں روندا یا کچلا نہیں جا سکتا۔ عورت کی اسی بیداری شعور کا نام تانیثیت ہے۔ "وجود زن سے تصویر کائنات میں رنگ" کی حقیقت کا اعتراف اور اس کا عملی اظہار آج پوری دنیا میں اس فراخدلی اور کشادہ ذہنی کے ساتھ ہو رہا ہے کہ بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ ناانصافی ورواداری کا ایسا سلوک شاید ہی کبھی کسی عہد کے سماج میں کیا گیا۔ آج خواتین زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہیں اور نئی دنیاؤں کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرنے کی قابل فخر مثالیں قائم کر رہی ہیں تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ابھی نجانے کتنے شعبہ ہائے زندگی ہیں جن میں ان کو فطری اظہار کے مناسب مواقع نہیں مل سکے۔ اردو ادب میں زیادہ تر توجہ اس طبقے کی روایتی صفات کا احاطہ کیا جاتا ہے جسے بالفاظ دیگر نسوانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں شرم وحیا، ایثار و قربانی اور صبر و تحمل جیسی خصوصیات کو صرف انہی سے وابستہ کیا جاتا ہے جب کہ عین ممکن ہے یہ مردوں میں بھی ہوں۔ آج عالمی صورتحال کے پیش نظر عورتوں کے ساتھ ناانصافی کے ردعمل نے ایک تحریک کی شکل اپنالی ہے جسے اصطلاحی طور پر "تانیثیت" کا نام دیا گیا۔

لفظ "Feminism" کا استعمال:

1871ء میں "Feminism" کا لفظ سب سے پہلے "فرینچ میڈیکل ٹیکسٹ" میں استعمال کیا گیا۔ ابتدا میں اس لفظ کا مطلب ایسے مردوں کے لیے استعمال ہوا جن میں نسوانی خصوصیات موجود ہوں۔ کچھ عرصہ بعد الیگزینڈر ڈوماس فلز (Alexander Dumas Fills) نے بہادر اور بے باک خواتین کے معنوں میں استعمال کیا۔ پھر اس کا مطلب "حقوقِ نسواں" کے معنوں میں استعمال ہوا اور آخر میں "تانیثیت یا تانیثی تحریک" کے لیے استعمال ہوا۔

تانیثیت کا آغاز:

پدر سری معاشرہ ہمیشہ سے قائم نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے مادری نظام رائج تھا۔ جس میں عورت ہر نظام کی حاکم تھی لیکن ذرائع پیداوار سے الگ ہونے پر عورت اپنے مقام سے گرنا شروع ہو گئی۔ صدیوں کی پامالی کے بعد اپنے حقوق کے ادراک پر اٹھارویں صدی عیسوی میں مغربی معاشرے سے فیمینزم کے نظریے نے جنم لیا۔ ادب میں برطانوی ادیبہ میری وول سٹون کرافٹ نے سب سے پہلے حقوق نسواں پر خامہ فرسائی کی اور 1787 میں "Thoughts of the Education of Daughters" کے عنوان سے تانیثیت پر پہلا سبق لکھ کر سب دانشوروں کو چونکایا۔ 1792 میں میری ولسٹن کرفٹ نے "Vindication of the Rights of Woman" کے نام سے ایک کتاب تخلیق کی جو اس سلسلے کا پہلا اظہاریہ کہا گیا ہے۔ تانیثیت کے حوالے سے یورپ میں خواتین کے مسائل، ان کی پسماندگی اور ان کی مظلومیت کے خلاف آواز اٹھائی جاتی رہی۔ خواتین کے مسائل پر کئی تحریریں بھی منظرِ عام پر آئیں مگر یہ تحریریں تحریک

کی صورت اختیار نہ کر سکیں۔ جب بیسویں صدی عورت کی معاشرتی اور معاشی خود مختاری کا پیغام لائی تو اس بات پر زور دیا گیا کہ ایسا ادب تخلیق کیا جائے جس میں عورت کی نفسیات کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کا تخلیقی سطح پر اظہار بھی ہو سکے۔

تانیثیت کے حوالے سے نامور انگریزی ادیبہ ورجینیا وولف کا نام سرفہرست ہے ان کی کتابیں "A Room of one's own" اور "The second Sex" بھی اس حوالے سے اہم کتابیں ہیں۔ ان کا نام تحریک نسواں یا تحریک تانیثیت کے بانیوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ پہلی مغربی مصنفہ تھیں جنھوں نے عورت کو اپنی ذات میں جھانکنے اور اپنی تخلیقی دنیا خود دریافت کرنے کا شعور دیا۔ دیکھتے دیکھتے اس تحریک کے اثرات مشرق میں ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ مشرق کی عورت بھی اپنے جائز حقوق سے محروم، اپنی شناخت کے لیے مرد کی مرہونِ منت تھی۔ برصغیر کے سماج میں اس کی حیثیت ایک باندی کی سی تھی یا جنسی کھلونا تھی۔

عقیلہ جاوید لکھتی ہیں:

"در حقیقت ہمارے سماج میں عورتوں پر تین طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ اول قانون، دوم رسم و رواج اور سوم غربت و جاہلیت۔"(3)

اردو ادب میں تانیثیت کی روایت:

یہ ایک اجمالی پس منظر ظاہر کرتا ہے کہ تانیثی نظریہ بھی مغرب کی دین ہے جو خواتین کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق کے بازیافت کے لیے رائج ہوا اور پھر رفتہ رفتہ ایک تحریک کی شکل اختیار کی۔ حقوق کی پامالی کے رد عمل میں احتجاج ایک فطری عمل گردانا جاتا ہے اور احتجاج کے اظہار کے لیے قلم ایک اہم ذریعہ ہے۔ اردو ادب میں قلم کار خواتین نے اس تانیثی تحریک کے اثرات نہ صرف قبول کیے بلکہ اسے کامیابی سے برتا۔ اردو شاعری میں زاہدہ خاتون شروانیہ (ز۔خ۔ش) نے روایتی سماج کے سب سے پہلے بخیے ادھیڑے۔

حقوقِ نسواں کی تحریک میں مردوں نے بھی حصہ لیا۔ الطاف حسین حالی تو اس تحریک کے علم بردار کہلائے۔ حالی اپنے مضمون "ہمارے معاشرے کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے" میں لکھتے ہیں:

"ہمارا معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک عورتوں کی تعلیم نہیں ہو گی۔ سماج سے غلط رسوم کا خاتمہ نہ ہو۔ جب تک عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں۔ وہ خود ان کو غلط نہ سمجھیں ان کی اور دل چسپیاں نہ ہوں۔"

اصلاح پسندی کے اس دور میں سرسید اور ان کے ہم نوا ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ راشد الخیری وغیرہ نے عورت کے مسائل کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔ حالی کی "چُپ کی داد، مناجاتِ بیوہ، مجالس النساء"، راشد الخیری کی "نوحہٗ زندگی، صبحِ زندگی"، نذیر احمد کے "مراۃ العروس، بنات النعش، ایامی" غرض اس دور میں تمام ادب جا بجا عورتوں پر ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کر رہا ہے۔ آگے چل کر علی گڑھ تحریک کی تعلیم یافتہ نسل نے بھی اپنے اپنے انداز میں تحریکِ نسواں کو تقویت دی۔ سجاد حیدر یلدرم کی تحریروں اور شیخ عبداللہؒ کا رسالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تاہم حقوقِ نسواں کے حوالے سے پہلی بلند آواز "ڈاکٹر رشید جہاں" کی صورت میں ترقی پسند کے پلیٹ فارم سے ابھری جن کا افسانہ "دلی کی سیر" افسانوی مجموعہ "انگارے" میں شامل تھا۔ "دلی کی سیر" اگرچہ بہت مختصر افسانہ ہے لیکن اس چھوٹے سے افسانے میں

ہندوستانی عورت بالخصوص مسلمان عورت کی ساری زندگی سمٹ آئی ہے۔ شوہر کے رحم و کرم پر جینے والی پردہ نشیں اہلیہ اخر میں جو فیصلہ کرتی ہے وہ ایک وجودی فیصلہ ہے فرماتی ہیں:

"دلی کی سیر "شوہر کی شرائط پر منظور نہیں"

بقول عظمیٰ فرمان:

"رشیدہ جہاں دو حوالوں سے اردو میں نسائیت کی تحریک کا ایک سنگ میل ہیں۔ایک تو ان کے افسانوں میں پہلی بار نسائیت کی آواز سنی۔دوسری وہ خود اپنی ذات میں آزادئ نسواں اور آزادئ اظہار کی علامت بن گئیں"(4)

رشیدہ جہاں کے بعد جن خواتین اہل قلم نے فکشن میں اس سلسلے کو آگے بڑھایا ان میں بطور خاص عصمت چغتائی ہیں جنہوں نے اپنے ناول "معصومہ" اور "ٹیڑھی لکیر اور "چوتھی کا جوڑا"" ننھی کی نانی""بچھو پھوپھی"اور "ڈائن" جیسے افسانے تخلیق کر کے عورتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کی مذمت کی۔قرۃ العین حیدر ادب میں لیڈیز کمپارٹمنٹ کی قائل نہیں تاہم ان کے یہاں تانیثیت کا رجحان ایک نئی معنویت کے ساتھ ابھرا ہے۔۔ان کے زیادہ تر نسوانی کردار آخر میں مفاہمت کے باوجود تناؤ کا شکار نظر آتے ہیں خواہ وہ کسی بھی یا حیثیت کے ہوں۔اس کی مثال "سیتاہرن"ہے۔

خدیجہ مستور کا ناول "آنگن" بانو قدسیہ کا "راجہ گدھ "عبداللہ حسین کے ناول "باگھ"اور "اداس نسلیں" نثار عزیز بٹ کا "نگری نگری پھرا مسافر"رضیہ فصیح احمد کا "آبلہ پا"اور واجدہ تبسم کا "کیسے کاٹوں رین اندھیری"کے زنانہ کرداروں سمیت کئی ایک لازوال کردار ایسے فکشن کا حصہ بنتے رہے جس میں عورتوں کے ذہنی اور جذباتی تجربات کا عکس نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ جمیلہ ہاشمی،،، زاہدہ حنا،فاطمہ حسن،نگار عظیم،ترنم ریاض،ثروت خان،رفیعہ شبنم عابدی،طاہرہ اقبال،بلقیس ظفیر الحسن،غزال ضیغم،صادقہ نواب سحر،شائستہ فاخری اور عذرا نقوی وغیرہ نے فکشن میں ذریعے پدرانہ سماج کے خلاف احتجاج کیا لیکن تخلیقی صلاحیتوں کا یہ مظاہرہ صرف نثری ادب تک محدود رہا۔

اُردو شاعری میں مستورات کی آمد کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا حالاں کہ اُردو کی چند غیر معروف شاعرات کا ذکر شیفتہؔ نے "گلشن بے خار"اور شیخ کریم الدین نے "سخن شعراء"میں کیا ہے۔حیدر آباد کی صاحب دیوان شاعرہ "مہ لقا"کا یہ شعر ایک لطیف احساس کے ساتھ زبان و بیان اور سادگی کی بہترین ترجمانی کرتا ہے:

یک لخت پارہ پارہ کر ڈالوں آئینے کو پر کیا کروں کہ تیرا منہ درمیاں رہے گا(5)

اسی طرح خیر النساء،امت اا الفاطمہ،آمنہ خاتون،عصمت آراء،نور جہان نور۔یہ وہ شاعرات ہیں جو انیسویں اور بیسویں صدی کی ابتداء میں غزل میں دلچسپی رکھتی تھیں۔شرفا عورتوں کا شاعری کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور شاعری کرتیں تو مردانہ قلمی نام سے کرتی تھیں۔ہمارے عہد کی شاعرات میں "ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر، سارا شگفتہ، کشور ناہید،پروین شاکر۔زہرہ نگار،سیدہ عرفانہ عزیز، شبنم شکیل،نوشی گیلانی"اور کئی دوسری شاعرات کی غزلیں نسائی حسیت کے باعث نمایاں ہیں۔استحصالی نظام کی چکار عورتوں کے مسائل ان کے

خاص موضوع ہیں:

میں بھی مٹّی

تو بھی مٹّی

تو کورا میں جھوٹی کیوں

تو سونا میں کھوٹی کیوں

عہد حاضر کی شاعرات میں جس شاعرہ کا شمار بہ اعتبار طویل مشق سخن پاکستان کی صف اول کی معتبر شاعرات میں ہوتا ہے وہ ادا جعفری کا ہے۔ ادا جعفری کی غزلوں میں تانیثی رویہ اور لب ولہجہ کے اظہار میں خود اعتمادی اور خود شناسی ہے۔انہوں نے اپنے احساسات اور تجربات کو الفاظ کے روپ میں کامیابی سے برتا:

تو میرے پاس ہوتے ہو تو عجب حال ہے دل کا یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

صدیوں سے میرے پاؤں تلے جنّت انساں میں جنّت انساں کا پتہ پوچھ رہی ہوں(6)

ادا جعفری اکے بعد میں آنے والی توانا آوازوں میں ایک معتبر نسائی آواز کشور ناہید کی بھی ہے انہوں نے اگرچہ نظم کو اوّلیت بخشی تاہم "لب گویا" کی

غزلیں نسوانی جذبات کی آئینہ دار ہیں جس میں انہوں نے پرانی علامتوں اور استعاروں کو نیا رنگ روپ دیا:

قریۂ ضبط میں تنہا ہوں میں خواب کے جسم میں تیشہ ہوں میں

بے سبب ہوں تیرے گھر میں موجود کوئی کھویا ہوا بچہ ہوں میں

جھانک لو غار ہوں جالوں سے تنا دیکھ لو طاقِ تماشا ہوں میں

ہیں بہت تیرے شناسا لیکن تیری دہلیز پہ تنہا ہوں میں (7)

ہندو پاک کی شاعرات میں جس شاعرہ کی غزل نے سراپا نسائیّت کا لبادہ اوڑھا وہ پروین شاکر ہیں۔ان کی نسائی دوسروں سے مختلف ہے وہ اپنے اومانوی انداز شاعری کی بدولت ایک توانا اور نمایاں آواز ہیں۔اُن کی رومانیت میں شدت جذبات کی واضح جھلک ہے:

تجھے مناؤں کہ اپنی انا کی بات سنوں الجھ رہا ہے، میرے فیصلوں کا ریشم بھی

یوں تری شناخت مجھ میں اُترے پہچان تک اپنی بھول جاؤں

فیصلے سارے اسی کے ہیں ہماری بابت اختیار اپنا بس اتنا کہ خبر میں رہنا

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

اُس کی مُٹّھی میں بہت روز رہا میرا وجود میرے ساحر سے کہو اب مجھے آزاد کرے(8)

شبنم شکیل کے ایک باشعور عورت کے تجربات و مشاہدات نمایاں ہیں۔ان کا فہم و شعور سماج کی غلط اور فرسودہ روایتوں اور رواجوں کے ساتھ مسلسل حالت جنگ میں ہے۔آپ کا نسائی شعور وجود کی شناخت کا متلاشی ہے:

آدھی اُن کی سُن چکی ہوں آدھی بات پہ اڑی ہوئی ہوں(9)

زہرہ نگار نے منفرد نسائی طرز احساس سے اپنی شناخت متعین کی۔اُن کے ہاں مشرقی عورت بے شمار روپ اختیار کیے ہوئی ہے جو اس استحصالی معاشرے سے قدم قدم پر نباہ کیے جا رہی ہے:

عورت کے خدا دو ہیں، حقیقی و مجازی پر اس کے کوئی بھی اچھا نہیں ہوتا(10)

کشور ناہید نہ صرف مساوات کی قائل ہیں بلکہ کسی بھی قسم کی جابرانہ حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتیں۔ملاحظہ ہو:

ستم شناس ہوں لیکن زباں بریدہ ہوں میں اپنی پیاس کی تصویر بن کے زندہ ہوں

علاج حرف شنیدہ کا کس سے ہو پائے ورق ورق ہوں مگر حسرت رمیدہ ہوں

شہید جذبوں کی قبریں سجا کے کیا ہوگا کھنڈر ہوں، قامتِ شب ہوں، بدن دریدہ ہوں(11)

درج بالا شاعرات کے علاوہ بھی کئی ایک قابل ذکر اہل قلم خواتین ہیں جنھوں نے اپنی غزلیہ شاعری کے ذریعے مرد تسلط معاشرے سے نہ صرف بغاوت کا اعلان کیا بلکہ اپنے آپ کو ایک نئے پیکر میں ڈھال کر اپنا تشخص اور وجود کی اہمیت بیاں کی۔

خلاصۂ کلام:

بحیثیت مجموعی تانیثیت کے حوالے سے مختلف ملکوں میں اٹھائی گئی اور بہت کچھ عورتوں کے بارے میں لکھا بھی گیا ہے۔اس طرح اس تحریک کو فروغ ملتا رہا۔اس تحریک کی بہت ساری شاخیں بھی ہیں جیسے "امریکی تانیثیت، برطانوی تانیثیت، سیاہ فام تانیثیت، فرانسیسی تانیثیت" وغیرہ۔ان اصطلاحات سے معلوم ہوتا ہے کہ تانیثیت ایک وسیع اصطلاح ہے اور اس کا دامن بھی کشادہ ہے۔اس میں مختلف رجحانات پائے جاتے ہیں۔

اردو تانیثیت کی روایت کے حوالے سے مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ رشید جہاں نے اردو ادب میں بنیاد رکھی۔اردو شعر و ادب نے اس کی رہنمائی میں سفر طے کیا۔آگے چل کر خواتین فکشن نگار اور شاعرات نے مزید اس کی آبیاری کی۔

بہر حال ہمارے ہاں خواتین اپنے افسانوں، ناولوں اور شاعری میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار اپنے من پسند انداز میں کرتی نظر آتی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ تانیثیت اور اُردو ادب، سیما صغیر، اکرم پرنٹنگ پریس، لاہور 2021، ص 13
2۔ فیمینیزم تاریخ و تنقید، شہناز نبی، رہرواں ادب پبلی کیشنز، سن ن د، ص 18
3۔ اردو ناول میں تانیثت، عقیلہ جاوید (ڈاکٹر)، یوسف پرنٹنگ پریس ملتان 2005، ص 13

4۔ اردو ناول میں تانیثت، عقیلہ جاوید (ڈاکٹر)، یوسف پرنٹنگ پریس ملتان 2005، ص 33

5۔ تانیثیت اور اُردو ادب، سیما صغیر، اکرم پرنٹنگ پریس، لاہور 2021، ص 21

6۔ پاکستانی ادبیات میں خواتین کا کردار، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد 1996، ص 97

7۔ پاکستانی اُردو ادب اور اہلِ قلم خواتین احمد پراچہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد 2000، ص 46

8۔ خوشبو، پروین شاکر، شان ہند پبلی کیشنز نئی دہلی 1988، ص 56

9۔ پاکستانی اُردو ادب اور اہلِ قلم خواتین احمد پراچہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد 2000، ص 64

10۔ تانیثیت اور اُردو ادب، سیما صغیر، اکرم پرنٹنگ پریس، لاہور 2021، ص 29

11۔ دشتِ قیس میں لیلیٰ (کلیات)، کشور ناہید، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2001، ص 724

References

1. Feminism and Urdu Literature, Seema Sagheer, Akram Printing Press, Lahore 2021, p. 13
2. Feminism, History and Criticism, Shahnaz Nabi, Rehwan Adab Publications, Sun Nad, p. 18
3. Feminism in Urdu Novel, Aqila Javed (Dr.), Yousaf Printing Press Multan 2005, p. 13
4. Feminism in Urdu Novel, Aqila Javed (Dr.), Yousaf Printing Press Multan 2005, p. 33
5. Feminism and Urdu Literature, Seema Sagheer, Akram Printing Press, Lahore 2021, p. 21
6. The Role of Women in Pakistani Literature, Allama Iqbal Open University Islamabad 1996, p. 97
7. Pakistani Urdu Literature and Women Writers Ahmed Paracha, National Book Foundation Islamabad 2000, p. 46
8. Khushboo, Parveen Shakir, Shan Hind Publications New Delhi 1988, p. 56
9. Pakistani Urdu Literature and Women Writers Ahmed Paracha, National Book Foundation Islamabad 2000, p. 64
10. Feminism and Urdu Literature, Seema Sagheer, Akram Printing Press, Lahore 2021, p. 29
11. Dasht-e-Qais main Laila (Kulyat), Kishore Naheed, Sang Mile Publications Lahore 2001, p. 724